بعض مشہور مذاہب کے صحفِ مقدسہ کی ترتیب

اور

قرآن مجید کی لسانیاتی اہمیت

از جناب مولانا عبدالمالک صاحب آروی

(۲)

الغرض جین سدھانت کی تدوین دورِ آخر میں کی گئی، جینیوں کا مذہبی صحیفہ خود انہی کی روایات کے مطابق پانچویں صدی کے قبل اس حالت میں نہ تھا جس حالت میں اس وقت پایا جاتا ہے اول تو ان کے چوبیس[۲۴] تری تھنکروں میں سے رشبھ رشی، سپارس اور مہاویر کے علاوہ بقیہ اکیس[۲۱] تری تھنکروں کی زندگی اور اُن کے کارنامے بقول فارلنگ تاریکی میں ہیں یا کم از کم تاریخی حیثیت سے ان کے حالات واضح نہیں۔ جینیوں کے صحف مقدسہ کا زمانہ مہاویر جی تک منتہی ہوتا ہے، اِن کی تعلیمات کا مگدھی مجموعہ جو "چودہ پروا" کے نام سے تھا گم ہوگیا، دیوردھی نے بارہویں انگے میں "چودہ پروا" کے محض بچے کھچے آثار کو یکجا کردیا۔ یہ بچے کھچے آثار بھی خود جینی فرقہ دیگمبر کی روایت کے مطابق اپنی اصل حالت میں نہ تھے۔ لہذا جینیوں کے صحفِ مقدسہ کی اصلیت بالکل مشکوک اور عہدِ آخر کی چیز ہے۔ بعض حیثیت سے تو جینیوں کی مذہبی ادبیات سے ان کا ادبی کارنامہ زیادہ قدیم اور اصلیت سے زیادہ قرین ہے، جینی ادبیات میں بہت

سے افسانے اور قصص بھی ہیں، جینیوں نے نہ صرف کرشن اور دروپدی کا افسانہ اپنے طور پر مرتب کیا بلکہ وہ رامائن اور مہابھارت کے طرز میں اپنی مخصوص شاعری کا نمونہ بھی چھوڑ گئے۔ اس سلسلہ میں ان کی قدیم ترین کتاب "پدم کرتیا" ہے۔ یہ مثنوی پراکرت زبان میں لکھی گئی۔ بملا سوری شاعر اس کا مصنف ہے۔ خود شاعر کی تحریر کے مطابق مہاویرجی کے نروان سے ۵۳۰ سال کے بعد یہ مثنوی معرض وجود میں آئی، یہ کتاب خالص جینی مہاراسٹری میں ہے۔ اور آریہ بحر میں پائی جاتی ہے جو پراکرت شاعری کی مخصوص بحر ہے[1]۔

ژند و اوستا

ژند کے معنیٰ ہیں تفسیر یا شرح اور اس سے صرف اوستا کے ترجمے اور شرح متون مراد لیے جاتے ہیں۔ "اوستا" دراصل "آبستہ" تھا۔ اس کے معنی ہیں "قانون" اصل متن کو اوستا کہا جاتا تھا۔ عام طور پر جسے ژند زبان کہا جاتا ہے اُسے اوستا کی زبان کہنا چاہیے۔ ژند کوئی زبان ہی نہیں۔ "اوستا و ژند" کا فقرہ پہلوی تفسیر میں قانون اور اس کی روایات و شروح کے متعلق بولا جاتا ہے۔ مسلمان مصنفوں کی بدولت یورپی علمار بھی گمراہ ہوئے، اور اُنھوں نے "اوستا اور ژند" کے فقرہ کو "ژند اوستا" میں بدل دیا۔

ژند کے اجزار جو ژند اوستا کے نام سے مشہور ہیں۔ دو حصوں میں منقسم ہیں، پہلے حصہ یا اصل اوستا میں "وندیداد" "وسپرد" اور "یسن" وندیداد میں مذہبی قوانین اور خرافی قصص ہیں۔ وسپرد ادعیہ کا مجموعہ ہے، جو قربانی کے متعلق ہے "یسن" میں بھی اسی قسم کی دعائیں ہیں اور ان کے علاوہ پانچ گاتھائیں یا دوہے ہیں۔ جن میں اوستا کی عام زبان سے قدیم تر زبان پائی جاتی ہے، اور یہ دوہے مختلف انشا (Dialect) میں لکھے ہوئے ہیں۔

[1] The History of Indian Literature Vol. 2 (Winternitz)

مجوسیت کی ادبیات کا حصّہ موجودہ حصہ سے کہیں زیادہ تھا، یہ نتیجہ نہ صرف اس مذہب کی داخلی معلومات اور اُس کے ادب کے مطالعہ سے اخذ ہوتا ہے بلکہ اس کے ثبوت میں تاریخی شہادت بھی ہے۔ پہلے تو خود عربوں کی فتح عہد ساسانیہ کی مذہبی ادبیات کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔ اس کا بڑا حصّہ یا تو فاتحوں اور نئے مذہب اختیار کرنے والوں کی عصبیت کے باعث برباد ہوگیا یا پارسیوں کی طویل آشفتہ حالی کے باعث گم ہوگیا۔ اس طور سے وندیداد کے پہلوی ترجمہ میں جو ساسانی خاندان کے آخری اختتام پر تمام نہیں ہوا تھا، ایسی کتابوں کے بہت سے ژند اقتباسات ہیں جواب موجود نہیں، گم شدہ صحائف کے پورے پورے ابواب یا طویل اقتباسات پہلوی یا پارسی زبان کے رسائل میں محفوظ ہیں۔ مثلاً "نیرنگستان" اور "گمیدی" وغیرہ بہت سی کتابوں اور متنوں کے اقتباسات جو پہلے بالکل غیر معروف تھے، قلیل عرصہ ہوا ایک پہلوی روایت (Ravâet) میں جن کا بمبئی میں انکشاف ہوا، معرض وجود میں آئے۔ "یسٹ" (Yasts) کی اصل تعداد تیس تھی لیکن اس وقت ان کی تعداد صرف اٹھارہ پائی جاتی ہے۔ "بندہش" میں بہت سی باتیں ہیں جو موجودہ اوستا میں نہیں ہیں۔ جیمس ڈرا مسٹیٹر لکھتا ہے کہ گو عربوں کے زمانہ میں ایران کے مذہبی ادب کا بہت بڑا حصّہ ضائع ہوگیا لیکن پھر بھی ہم لوگ اس ضخیم ادب کی خصوصیت اور مواد کے متعلق تاریکی میں نہیں ہیں۔ گو موجودہ اُستا اس کے مقابلہ میں محض ایک اثرِ باقی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ضخیم ادب کا عام خاکہ ہمارے سامنے پہلوی تحلیل و تجزیہ کے ذریعہ موجود ہے۔ یہ آثار نویں صدی عیسوی میں مرتب ہوئے یعنی عربوں کی فتح کے دوسو برس کے بعد جبکہ ابھی تک عہدِ ساسانی کی مقدس ادبیات معرضِ وجود میں تھیں[1]۔

[1] (مرتبہ میکس مولر) Sacred Book of the East: ZEND AVESTA

اب آئیے پہلوی زبان کی حقیقت پر غور کریں۔ جس میں ایران کے صحف مقدسہ کا سرمایہ پایا جاتا ہے۔ بیکس مولر نے "سلسلہ صحف مقدسہ مشرقیہ" میں پہلوی کتابوں کے متون مرتب کیے ہیں اس سلسلہ کی پہلی جلد جس میں پہلوی زبان پر فاضلانہ بحثیں پائی جاتی ہیں، اصطلاح "پہلوی" کا اطلاق (اپنی وسیع ترین حد میں) عہد وسطیٰ کی فارسی زبان کی ان تمام متغائر صورتوں پر ہوتا تھا اس کی ابتدا، اس زمانہ سے ہوتی ہے جبکہ قدیم فارسی زبان کے قواعد تصریف ——— (Grammatical Inflexiens) ختم ہوگئے اور یہ زبان بگڑ کر جدید فارسی بن گئی، جس میں بے شمار عربی الفاظ اور فقرے استعمال ہونے لگے، پہلوی الفاظ اور فقروں کے بعض آثار ان سکوں کے نقوش سے ظاہر ہوتے ہیں جو ایرانی صوبوں کے بعض سلاطین کے عہد میں ڈھلے تھے۔ ان سکوں کا تعلق اُس زمانہ سے ہے جبکہ یہ ایرانی سلاطین تیسری صدی ق م میں سکندر اعظم کے جانشینوں کے زیر اثر تھے لیکن حقیقی معنی میں پہلوی زبان سے ہماری واقفیت خاندان ساسانیہ کے بانی اردشیر بابکان (۲۴۰ - ۲۲۶) کے دور سے شروع ہوتی ہے۔ یہ واقفیت اس زمانہ کے کتبوں سے حاصل ہوتی ہے جو سکوں اور چٹانوں پر کندہ کیے گئے تھے اور اس کا زوال اُس عہد سے شروع ہوتا ہے جبکہ مسلمانوں سے قبل پوجاریوں اور مذہبی پارسیوں نے اپنی مذہبی تحریروں کے اندر تبدیلی پیدا کردی، پہلوی زبان کی زندگی کا آخری زمانہ ۸۸۱ء پر ختم ہوتا ہے کیونکہ اس سال کی صرف ایک پہلوی تحریر باقی رہ گئی ہے۔ اس کے بعد کی پہلوی تحریریں جن کا زمانہ ۱۰۰۰ء تک محیط ہے محض مردہ زبان کی تقلید کا نتیجہ ہیں، اور ان سے کوئی لسانی استناد نہیں کیا جا سکتا۔

پہلوی زبان کی تحریر کا مسئلہ علمائے یورپ کے لیے ایک عقدہ تھا، یہاں تک کہ "مونخ" کے پروفیسر "ہاگ" نے اپنے قابل قدر مقالہ میں اس کی وضاحت کی، قدیم آشوری قوم

کی طرح پارتھین عہد کے ایرانیوں نے بھی اپنی طرزِ تحریر غیر قوم سے حاصل کی، لیکن سامی آشوریوں نے تورانی حروف تہجی اختیار کیا اس کے برعکس آریہ قوم کی نسل متاخرین اہلِ ایران نے سامی قوم کا اسلوب تحریر اختیار کر لیا۔[1]

میکس مولر کے مرتبہ "ژند اوستا" کے مقدمہ میں اس حقیقت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ پہلوی سے اوستا کا ترجمہ کرنا اوستا کا ترجمہ کرنا نہیں ہے بلکہ خود پہلوی ترجمہ کا ترجمہ کرنا ہے کیونکہ جس مقام سے بھی پہلوی ترجمہ کا اصل عبارت سے مقابلہ کیا گیا ہے تو اس کو صحیح مطلب سے بیگانہ پایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عہد سے جب اوستا لکھی گئی اور اس وقت جبکہ اُس کا ترجمہ ہوا، بہت سے تصورات میں تبدیلیاں ہو گئی تھیں، ان تصورات کو روایات کی بنا پر غلط سمجھا جائے یا یکلخت نہیں سمجھا جائے کیونکہ روایت ہمیشہ ایک جدید معنی میں ہوتی ہے یا اصل اوستا کا فرہنگ پہلوی نہیں ہے بلکہ وید ہے۔ اوستا اور وید ایک ہی آواز کی دو صدائے بازگشت ہیں اور ایک ہی خیال کا پَرتَو اس لیے وید کی کتابیں اوستا کی بہترین لغت اور بہترین تفسیر ہیں

کانفیوشیس اور لاؤ

(چین کے مشہور بانیانِ مذاہب)

کانفیوشس پانچویں صدی ق م میں گزرا ہے، فارلنگ کا بیان ہے کہ اُس نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی جس میں وہ اپنے اخلاقی معاشرتی مذہب یا نظام کی وضاحت کر گیا ہو گو کہا جاتا ہے کہ وہ ایک سو جلدوں کا مصنف ہے جس میں اُس نے قدیم تحریروں کی وضاحت

[1] Pahlavi Texts : Max Müller (جلد مقدمہ ۱۱-۱۳)

اور تفسیر کی ہے۔ کانفیوشس کی ابتدائی زندگی سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح بدھ، مہاویر یا لاؤ کے مرتبہ کا انسان نہ تھا، وہ حکومت میں ایک معزز عہدہ پر فائز تھا، اس کی حیثیت ایک مدبر کی سی تھی، یہاں تک کہ چین کے مشہور صوفی پیغمبر لاؤ سے جب اس کی پہلی ملاقات ہوئی تو گو لاؤ کی عمر اور اعزاز کا لحاظ رکھتے ہوئے اس نے اس کے بلیغ صوفیانہ معتقدات کو سُنا لیکن تین دن کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ میں نے حیرت سی لاؤ کی باتیں سُنیں، ایک فاضل معمر، تجربہ کار انسان بھی قوم کی اُمیدوں اور انسانی سیرت کو نمودِ بے بود اور محض خیالی تصورات پر قائم کر رہا ہے، فارلنگ نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ نظریہ کا اختلاف تھا، کانفیوشس ایک مکمل چینی آدمی تھا اور لاؤ کے ذہن و تصور پر پارس ناتھ (جینیوں کے ۲۳ ویں تھنکر ۹۰۰ سنہ ق م) اور مہاویر (۶۰۰ سنہ ق م) کی تعلیمات اثر کر رہی تھیں، ساتویں صدی کے درمیان تمام ایشیائے وسطی میں ان کی تعلیمات جاری و ساری تھیں [۱]۔

بنی اسرائیل کے صحفِ مقدسہ

یہودیوں کی الہامی کتاب عہد نامۂ عتیق اور نصاریٰ کی کتاب عہد نامۂ جدید کہلاتی ہے، ان کے اصلی نسخے اب دنیا میں موجود نہیں، بدھ کی مذہبی کتاب کی طرح جس کا اب صرف پالی ترجمہ باقی رہ گیا ہے "عہد نامۂ عتیق و جدید" کے نسخے اپنی اصل زبان میں ہم تک نہیں پہنچے، خود قرآنِ مجید کے نزول کے وقت ان میں تحریفیں ہو گئی تھیں۔

وان منهم لفريقا يلوون السنتهم اور بیشک ان میں بعض ایسے ہیں کہ اپنی زبانوں

---

[۱] Short Studies in the Science of Comparative Religions : Forlong. (ص ۳۰۷۔۳۰۸)

بالکتاب لتحسبوہ من الکتاب	کو کتاب میں کج کرتے ہیں تاکہ تم لوگ اس کو	ما ھو من الکتاب ویقولون ھو	کتاب کا جزو سمجھو اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے
من عند اللہ وما ھو من عند	پاس سے ہے۔ حالانکہ وہ خدا کے پاس سے	اللہ ویقولون علی اللہ الکذب (آل عمران)	نہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

یہ تو حال تھا اہل کتاب کے جعل بنانے کا، وہ اصل الفاظ کے بدلے دوسرے الفاظ بدل کر رکھ دیتے تھے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ ۔ خیر یہ واقعات تو اُن لوگوں کے لیے سند کی حیثیت رکھتے ہیں جو پہلے قرآن پر ایمان لے آئیں۔ اب آیئے بنی اسرائیل کی مذہبی ادبیات اور اُن کی زبان عبرانی پر لسانیاتی نقطہ نظر سے بحث کریں۔

عبرانی زبان عبری قوم کی زبان ہے، جس میں بنی اسرائیل اور اُس کی کل شاخیں جو اس سے نسلی علاقہ رکھتی ہیں، شامل ہیں، جیسے بنی اسمٰعیل، بنی مدین و عمالقہ، آل آدوم اور اہلِ مؤاب اور عمون، یہ ساری جماعتیں ایک ہی زبان بولتی تھیں جو کنعانی زبان سے مشابہ تھی اور ان کا اصلی وطن جزیرۂ عرب کے اطراف میں کنعان کے قریب جنوب اور شمال کی طرف واقع تھا سب سے پہلے یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ "عبرانی" (یا عبری) کے معنی کیا ہیں۔ اس کے متعلق مختلف رائیں ہیں۔ بعض مستشرقین نے قدیم یہودی علماء کے نظریہ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہا کہ ابراہیم "عبری" کے نام سے معروف تھے، اس وجہ سے کہ اُنہوں نے نہر کو عبور کیا تھا، باوجود اس کے کہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے اس نہر سے نہر اردن مراد ہے یا نہر فرات، کیونکہ توریت میں لفظِ نہر کا ہر بڑے دریا پر اطلاق ہوتا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ "عبری" کے نام سے موصوف تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے قدیم اجداد میں سے ایک کا نام عبرؔ تھا، انہی کی طرف آپ کو نسبت دی جاتی ہے۔

اسرائیل ولفنسون کہتا ہے ہم اِن دونوں رایوں میں کسی کو نہیں مانتے۔ کیونکہ حقیقتاً لفظ عبری نہ کسی ایک ذات کی طرف انتساب کا نتیجہ ہے، اور نہ کسی معین واقعہ کی طرف اشارہ ہے بلکہ اس سے بنی اسرائیل کا وطن اصلی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ بنی اسرائیل دراصل دیہاتی صحرا نشین قوم تھے وہ کسی ایک جگہ قرار نہیں پکڑتے تھے بلکہ اپنے اونٹ اور مویشی کے ساتھ پانی اور چراگاہ کی تلاش میں ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف نقل وحرکت کیا کرتے تھے۔ لفظ "عبری" فعل ثلاثی "عبر" سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں "طے مرحلہ" خواہ یہ خشکی کا سفر ہو یا تری کا، اس کا مفہوم نقل وحرکت ہے، جو صحرانشینوں اور دہقانیوں کی خاص صفت ہے اس لیے کلمہ "عبری" لفظ "بدوی" (غیر متمدن) کے مترادف ہے جس کے معنی ہیں صحرا اور میدان کا رہنے والا، کنعانی، مصری، اور اہل فلسطین بنی اسرائیل کو "عبریین" کہا کرتے تھے۔ کیونکہ صحرا میں ان کی سکونت تھی اور تمدن وعمران سے دور تھے لیکن جب بنی اسرائیل نے ارض کنعان میں سکونت اختیار کرلی، اور تمدن وتہذیب سے آشنا ہوئے تو لفظ "عبری" سے نفرت کرنے لگے چونکہ اس سے ان کی ابتدائی دہقانی اور غیر شایستہ زندگی کی یادتازہ ہوتی تھی، اب وہ خود کو صرف بنی اسرائیل کہلانا پسند کرتے تھے۔ صحف قدیمہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ بنی اسرائیل کی زبان کو "عبری" کہا جاتا ہو۔ بلکہ بعض اوقات یہ زبان یہودیا زبان کنعان سے مشہور تھی، زبانِ عبری یا زبانِ مقدس کا نام اخراجِ بابل کے بعد رواج پذیر ہوا، یہ لفظ "حکم ابن سیرا" یہودی مورخ یوسف کی تصنیفات اور یہودیوں کی تشریعی کتاب مشنا اور تلمود میں استعمال ہوا ہے۔

بنی اسرائیل کے یہاں عبرانی زبان کے زمانہ حدوث کا لحاظ رکھتے ہوئے اس زبان کی تاریخ کو دو مختلف صورتوں میں تقسیم کرسکتے ہیں پہلی قسم توریت اور عہد قدیم کی بقیہ کتابوں پر مشتمل ہے، اس حصہ کو یہود اپنی اصطلاح میں "تاناخ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسری قسم ان تمام تصنیفات کو

محیط ہے جو عہدِ قدیم کے اختتام پر معرض وجود میں آئیں۔

پہلی قسم کے آثار میں عبرانی زبان کے وہ قدیم کتبے اور نقوش ہیں جو چٹانوں اور پتھروں پر کھدے ہوئے اور سکوں پر منقوش ہیں، اور اُن کا اسلوب ان کے الفاظ توریت کی کتابوں کے اسلوب و الفاظ سے ملتے جلتے ہیں۔ ان آثار میں سے وہ نقش ہے جو بیت المقدس کے قریب ایک گاؤں "سلوان" میں ایک تہہ خانہ کے اندر دستیاب ہوا ہے، اسرائیل ولفنسون کی روایت ہے کہ یہ نقش ۱۸۸۰ء میں ملا اور وہ تہہ خانہ جس میں یہ چیز ملی حزقیال بادشاہ کے زمانہ میں ساتویں صدی ق۔م۔ میں تعمیر ہوا تھا اور آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کے دورِ اول کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلا حصہ تو "دورِ قضاۃ" کا تھا اور دوسرا "دورِ ملوک" کا، دورِ قضاۃ میں قوم کی عنانِ قیادت زعماءِ ملت کے ہاتھ میں تھی جن کو "شوفطیم" کہا جاتا تھا، اس وقت بنی اسرائیل قبائل میں بٹے ہوئے، اور دنیائے تمدن سے دور تھے، ان کی یہ حالت ۱۰۲۰ ق م تک باقی رہی، یہاں تک کہ ان کے یہاں ایک بہت بڑا ہیرو پیدا ہوا اور اُس نے تمام قبائل کو ایک پرچم کے نیچے جمع کیا۔ یہ شاہانِ بنی اسرائیل میں پہلا بادشاہ گذرا ہے جس کو "شاول" کہا جاتا تھا۔

۱۰۲۰ ق م سے ۵۸۶ ق۔م تک بنی اسرائیل کے یہاں یہی نظام حکومت قائم رہا یہاں تک کہ اواخر چھٹی صدی میں بخت نصر کا فتنہ برپا ہوا، جس نے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، الغرض ۱۰۲۰ ق م سے ۵۸۶ ق م کا درمیانی زمانہ بہت اہم تھا، اسی عہد میں بہت سی کتب مقدسہ نازل ہوئیں۔ اور اُن کی تدوین کی گئی، حضرت داؤدؑ اور ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کے سب سے بڑے بادشاہ اسی دور میں گذرے ہیں، اسی زمانہ میں بنی اسرائیل اپنی دہقانی زندگی سے نکل کر تمدن و تہذیب کی زندگی میں داخل ہوئے

اور انہی کے ذریعہ ادبی اور مذہبی تحریکیں پھیلیں۔

حزقیاہ بادشاہ کے عہد میں عبرانی زبان اپنی ترقی کی انتہائی بلندی کو پہنچی اس بادشاہ کا زمانہ ساتویں صدی ق م کے لگ بھگ تھا، اسی زمانہ میں بنی اسرائیل کے بڑے بڑے انبیا، اشعیا، عموس اور ہوشع پیدا ہوئے۔ اس زمانہ تک عبرانی زبان آرامی زبان کی آمیزش سے تقریباً پاک تھی، جیساکہ اس عہد کی تصنیفات سے جو ہم تک پہنچی ہیں ظاہر ہوتا ہے۔

سنہ ۵۸۶ ق م میں بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کی تخریب نے عبرانی زبان میں بہت بڑی تبدیلی اور عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا۔ اسی کے بعد یہودی لوگ اہل بابل اور ایرانیوں سے ملے جلے، اور اسی وجہ سے عبرانی زبان میں بہت سے اجنبی الفاظ داخل ہوگئے صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کا علمی طبقہ بہت سے جدید افکار سے بھی اثر پذیر ہوا یہودیوں نے بابلی اقتدار کے زیر اثر مہینوں کے بابلی نام اختیار کیے، جیساکہ اہل فارس کے فلسفیانہ عقائد سے وہ اثر پذیر ہو چکے تھے، جو ان کی مذہبی زندگی سے ظاہر ہے۔ چوتھی صدی ق م میں یہودیوں کو اہل یونان سے بھی سابقہ رہا اور اس وجہ سے بھی عبرانی زبان پر بہت بڑا اثر پڑا اور اس کے اسلوب میں تبدیلیاں ہوئیں۔

"مکابیم" کی حکومت کا زمانہ سنہ ۱۴۰ ق م سے سنہ ۳۶ ق م تک گزرا ہے یہ دور عبرانی زبان کی ترقی اور علوِ شان کے لحاظ سے اہم تھا، اسی دور میں قدیم عہد کی کتابیں مکمل ہوئیں۔ یہ کتابیں آج تک عبرانی ادب کی قابل قدر چیزیں سمجھی جاتی ہیں ان میں مشہور کتاب ایوب اور کتابِ جامعہ ہیں مکابیم کی حکومت کے زوال اور خاتمہ کے ساتھ عبرانی زبان پر بھی بڑا اثر پڑا، چنانچہ خود اسرائیل ولفنسون کی یہ روایت بے حد اہم ہے۔

فقد کانت کل المؤلفات التی　　اس کے بعد جو کتابیں تالیف ہوئیں، ان کا شمار

الفن بعد ذٰلک لا تحسب من کلام | کلام الٰہی میں نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کو عامیانہ
الوحی بل قالوا انہا تالیف عادی | تصنیفات سے تعبیر کرسکتے ہیں جسے مذہبی الہام
لا علاقۃ لہ بالالھام الدینی[1] | سے کوئی علاقہ نہیں۔

چنانچہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ عہد قدیم کی کتابوں کے بعد نبوت بھی ختم ہوگئی، پھر بھی عہد قدیم کے خاتمہ کے بعد بہت سی کتابیں تالیف ہوئیں۔ لیکن ان میں اکثر ضائع ہوگئیں۔ یہاں تک کہ ہمیں ان کا نام بھی معلوم نہیں، عہدِ قدیم کے خاتمہ کے بعد بنی اسرائیل کی تشریعی کتاب" المشنا" مشہور ہے، اس میں علمائے یہود کی تعلیمات کے مطابق توریت کے قوانین منضبط ہیں، اس کتاب میں قدیم عبرانی زبان کا اسلوب مفقود ہے، نہ اگلی سی رقتِ بیان ہے۔ اور نہ قدیم طرز کے عواطف خیال کا پتہ ہے ثقیل نثر میں یہ کتاب لکھی گئی ہے، جس میں بہت سی عجمی زبانوں، آرامی، یونانی اور رومی زبان کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔

یہاں تک تو لسانیاتی نقطۂ نظر سے بحث تھی، اب آیئے ایک نظر تاریخی حیثیت سے بھی ڈال لیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب کے صحفِ مقدسہ کو بہیئت مجموعی" بائبل" کہتے ہیں یہ لفظ یونانی زبان کے " Biblia " سے مشتق ہے، یہاں اس کا موقع نہیں کہ یہودیوں کی کتاب" عہد نامۂ عتیق" اور عیسائیوں کے" عہد نامۂ جدید" کے تمام اجزا پر جداگانہ نظر ڈالی جائے، اور تجزیہ کرکے بتایا جائے کہ" عہد نامۂ عتیق" میں کتنی کتابیں ہیں اور کن مختلف ازمنہ میں اُن کی تدوین و ترتیب ہوئی۔ اسی طرح" عہد نامہ جدید" کی مختلف کتابوں پر انقلاب کے کتنے دور گزرے، محققینِ یورپ کا خیال ہے کہ" عہد نامۂ عتیق" کا موجودہ نسخہ دوسری صدی سے بلا کسی اہم تغیر کے اصل حالت میں چلا آرہا ہے لیکن اس کی تخلیق اور ترتیب کے درمیان بھی ایک طویل زمانہ حائل ہے، عہد نامۂ عتیق کا مشہور

[1] تاریخ اللغات السامیہ مطبوعہ مصر۔ ص ۹۵۔

مستند نسخہ Massoretic Text ہے۔ اس نسخہ کی ترتیب علماء کی ایک جماعت نے کی جن کو Massorates (یا اصحابِ روایات) کہا جاتا ہے ان لوگوں نے نہ صرف عہد نامہ عتیق کے نسخہ کی ترتیب دی بلکہ ان پر اعراب بھی لگائے۔

"ٹامس ہوبس نے اپنی کتاب (Levia than) میں جو ۱۶۵۱ء میں شائع ہوئی یہ لکھا کہ صحف مقدسہ کی متعدد کتابوں کے مصنفین کون تھے؟ کافی تاریخی شہادت کے ذریعہ ثابت نہیں جو کہ ثبوت کا واحد ذریعہ ہو سکتا ہے[1]۔ عہد نامۂ عتیق کے بعض حصے آرامی زبان میں ہیں جلاوطنی کے بعد آرامی زبان روزمرہ میں استعمال ہونے لگی اور عبرانی سے ایک پُراحترام تغافل برتا گیا۔ یعنی لوگ اس کو ادب اور قانون کی زبان تصور کرنے لگے۔ مسیح علیہ السلام جس زبان میں تعلیم وارشاد کرتے تھے وہ آرامی زبان تھی۔ غالباً عہد نامہ جدید کی ابتدائی تحریریں اسی زبان میں تھیں۔ جب پاپیاز (Papias) کہتا ہے کہ متھو نے حضرت مسیح کی تلقین وارشاد کو عبرانی زبان میں لکھا تو اس سے مراد یہی آرامی زبان ہے، عہد نامہ جدید کا تمام حصہ پہلے یونانی زبان میں لکھا گیا[2]۔

عہد نامہ جدید کا انگریزی نسخہ لاطینی کا ترجمہ ہے۔ شمالی برطانیہ میں پہلے پہل ایڈن (Aidan) اور جنوبی حصہ میں اگستاین پہلے پہل بائبل کا لاطینی نسخہ لائے، بہت دنوں تک زبانی تعلیم ہوتی رہی کیونکہ عوام لاطینی سمجھتے تھے، پہلے پہل ساتویں صدی کے نصف حصہ کے بعد کیڈمان نے عہد نامۂ عتیق وجدید کے بعض حصوں کے خلاصہ منظوم کا ترجمہ اسی بحر ووزن میں کیا اب اس کا واحد قلمی نسخہ بوڈلین لائبریری میں ہے، اس منظوم ترجمہ کے متعلق بھی صحت کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا کتنا حصہ کیڈمان کے زمانہ کی چیز ہے۔ بہرحال یہ آٹھویں صدی کی پیداوار معلوم ہوتا ہے[3]۔

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا (مقالہ بائبل)

[2] مرتبہ جیمس ہیسٹنگز Dictionary of the Bible (مقالہ بائبل)

[3] ڈکشنری آف دی بائبل (مقالہ English Version)

سطور بالا سے واضح ہوگیا ہوگا کہ عہد نامۂ عتیق کا قدیم ترین اصل نسخہ دوسری صدی بعد مسیح کی پیداوار ہے، اس Massartic Text کو صحیح اور مستند مان لیں تب بھی زمانۂ نزول سے صدیوں کے بعد اس کی ترتیب ہوئی، عہد نامۂ جدید کا اصل نسخہ آرامی زبان میں ہونا چاہیے تھا لیکن یہ چیز بالکل ناپید ہے، عبرانی اور یونانی میں نسخے ملتے ہیں لیکن عبرانی نسخہ یونانی نسخہ کے بعد کی پیداوار ہے، انگریزی نسخہ کا حال معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ لاطینی کا ترجمہ ہے، اور پہلے پہل انگریزی نظم میں لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ فرجرلڈ کے ترجمہ رباعیات عمر خیام کی طرح آزاد ترجمہ ہے۔

جدت مرادآباد

ہفتہ میں دوبار

جدت ہندوستان کا بہترین سستا اور کثیر الاشاعت اخبار ہے اسکی خریداری کے لیے مسٹر محمد علی جناح، مسٹر فضل الحق وزیر اعظم بنگال آنریبل سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب، راجہ صاحب محمود آباد و دیگر لیڈران مسلم لیگ نے زبردست اپیلیں شائع کی ہیں۔ جدت دلکش نظموں، بہترین جنگی تبصروں، بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ، اعلیٰ سیاسی مضامین کا گنجینہ اور جنگ کی تازہ ترین خبروں کا خزینہ ہے۔ یہ اخبار پہلے ہفتہ وار تھا، یہ اخبار نیا نہیں ہے بلکہ پرانا ہے، اس کی تیرھویں جلد ہے، اس اخبار کی ایڈیٹری کے لیے ملک کے ایک ایسے اہل قلم و انشاپرداز گریجویٹ کی خدمات حاصل کیگئی ہیں جو کئی روزانہ اخبارات کو ایڈٹ کر چکے ہیں۔

جدت کی قیمت ہم نے باوجود گرانی کاغذ وغیرہ کے بجائے چھ روپیہ کے صرف پانچ روپیہ سالانہ اور عہ/ ششماہی اور عہ/ سہ ماہی مقرر کی ہے۔ شائقین اصحاب فوراً قیمت روانہ فرما کر جاری کرالیں، ایجنٹ صاحبان کو ۲۰ فیصدی کمیشن دیا جائیگا۔ چونکہ یہ اخبار کثیر الاشاعت ہے اس لیے مشتہرین کے لیے منفعت بخش ہے۔

منیجر اخبار جدت مرادآباد۔ پرنس روڈ